عبداللہ بن المعتز
عباسی شہزادہ شاعر کی حیثیت سے

مولوی حافظ رشید احمد صاحب ارشد ایم اے

اسلام کو اس بات کا فخر ہے کہ اس نے دنیا کو اس وقت علوم و فنون کی روشنی سے جگمگایا جبکہ تمام دنیا پر جہالت چھائی ہوئی تھی، اور یورپ و ایشیا کے باشندے تہذیب و شائستگی کے ابتدائی اصولوں سے ناآشنا تھے۔ اسلامی دور میں نہ صرف علماء و ادبا کے طبقے میں علم و ادب کا چرچا رہا، بلکہ امراء و رؤساء نے بھی علم و فن کی تکمیل میں زبردست حصہ لیا انھوں نے نہ صرف اس پر اکتفا کیا کہ علماء و فضلاء کی پرورش و قدردانی کرتے ہوئے انھیں ترقی علوم و فنون کی طرف مائل کریں بلکہ خود بھی انھوں نے عربی لٹریچر کی باقاعدہ تعلیم حاصل کی اور اپنی علمی قابلیت سے عربی ادب میں بیش بہا اضافہ کیا۔

اس سلسلے میں اگر ہم عربی ادب کی تاریخ کا بغور مطالعہ کریں تو ہمیں یہ معلوم ہوگا کہ علمی مذاق طبقہ امراء کے مردوں تک محدود نہ تھا بلکہ ان کی خواتین اور شہزادیاں بھی شعر و ادب سے بہت دلچسپی لیتی تھیں۔ خود خلیفۂ اعظم ہارون الرشید کی ہمشیرہ محترمہ علیہ بنت المہدی عربی زبان کی زبردست شاعرہ اور خاص طرز کی مالک تھیں۔ نیز سرزمینِ اندلس کی مسلم شہزادیوں کا نام بھی تاریخ ادب میں زریں حروف سے لکھے جانے کے قابل ہے۔

اس مختصر سی تمہید کے بعد فی الحال ہم اس جلیل القدر عباسی شہزادے سے قارئین کو روشناس کرانا چاہتے ہیں جو اپنی شاعری، انشاپردازی اور امارت کے لحاظ سے تاریخ میں عباسی دور کی مایۂ ناز

شخصیت سمجھا جاتا ہے۔ اس کے مختصر حالات تاریخ ابنِ خلکان، اور دیوان ابن المعتز کے مقدمہ سے ماخوذ ہیں۔

ابتدائی حالات | عبداللہ بن المعتز مشہور عباسی خلیفہ المعتز باللہ بن المتوکل بن المعتصم بن ہارون الرشید کا فرزندِ ارجمند ہے۔ اس کے والد خلیفہ المعتز باللہ کا زمانۂ خلافت کچھ زیادہ مشہور نہیں ہے کیونکہ اس نے حکومت کی باگ کلیتہً اپنے ایک عزیز کے ہاتھ میں دیدی تھی اس وجہ سے اس کا ذاتی جوہر عباسی دور کی سیاسیات میں زیادہ نمایاں نہیں ہو سکا۔ اس کے بعد خلیفہ المعتضد کے زمانے میں عباسی خلافت نے ایک نئی کروٹ لی۔ اور اس نے وہ سب بد انتظامیاں جسے اس کے پیشتر دور نہیں کر سکتے تھے یک لخت رفع کر دیں۔

عبداللہ بن المعتز کی پیدائش ۲۴۶ھ میں ہوئی۔ ہوش سنبھالنے پر اس نے دیگر فضلا کے علاوہ خاص طور پر دو مشہور ادیب ابوالعباس المبرد اور ابوالعباس ثعلب کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا۔ یہ دونوں ادیب اپنے زمانے میں علم و ادب کے آفتاب و مہتاب تھے اور ان کی ضیا پاشیوں سے آسمانِ ادب کے بہت سے ستارے درخشاں ہوئے۔ عبداللہ ان ادبار کا مایۂ ناز شاگرد تھا۔ بچپن ہی سے ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات تھے۔ شعر و ادب سے اسے قدرتی دلچسپی تھی اور فہم و ذکاوت اور جدتِ طبعی اس میں کوٹ کوٹ کر بھری تھی۔ اس پر ممتاز ادبا کے فیضِ صحبت نے اس پر سونے پر سہاگہ کا کام دیا اور وہ ہر وقت ادبی فضا میں زندگی بسر کرنے لگا۔ اس نے شہزادگی کے امتیاز کے باوجود علمار کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا اور علم دوست ہونے کی وجہ سے ہمیشہ ان کی رفاقت اختیار کی۔

خلافت | علم و ادب سے شغف کا نتیجہ یہ ہوا کہ بغداد کے تمام علمار و مشائخ اسے چاہنے لگے اور اگرچہ اس نے تخت و تاج حاصل کرنے کی کبھی خواہش ظاہر نہیں کی۔ لیکن طبقۂ علمار نے اسے مجبور کیا کہ وہ مسندِ خلافت پر سرفراز ہو۔ چنانچہ کئی سالارانِ لشکر کی مدد اور علمار و فضلار کے سمجھوتہ سے خلیفہ مقتدر باللہ کو ۲۹۶ھ میں تختِ خلافت سے اتارا گیا اور چوبیس گھنٹے کے لئے عبداللہ بن المعتز سریر آرائے خلافت ہو گیا۔ مگر چونکہ ابن المعتز سیاسی آدمی نہ تھا اور اس نے کبھی انتظامِ سلطنت میں حصہ لینے کی

کوشش نہیں کی تھی۔ اس لئے وہ حاصل شدہ تخت کو برقرار نہیں رکھ سکا۔ علاوہ ازیں ابن المعتز کے مددگار علماء و فضلاء تھے جو سیاسی شاطرانہ چالوں سے نابلد ہوتے ہیں اس لئے اس کی سلطنت زیادہ دیر تک قائم نہ رہی اور خلیفۂ معزول مقتدر کی جماعت جلد ہی اپنے مقاصد میں کامیاب ہوگئی انھوں نے عبداللہ بن المعتز کی جمعیت کو منتشر کر دیا۔ اور کمزور فریق دیکھکر اس کے ساتھیوں نے بھی اس سے منہ موڑ لیا اور ابن المعتز بے یار و مددگار رہ گیا۔

ناچار ہو کر شہزادۂ موصوف نے اپنے قدیم رفیق ابو عبداللہ الحسین بن عبداللہ المعروف بابن خصاص جوہری کے گھر جاکر پناہ لی اور وہاں چھپ گیا لیکن قسمت کی بدنصیبی دیکھئے کہ مقتدر کو جلد خبر مل گئی اور اسے گرفتار کرا کر اپنے خادم مونس کے حوالے کیا۔ مگر شومئی قسمت نے یہاں بھی ساتھ نہ چھوڑا اور اس نے قدیمی حقوق کو نظر انداز کرتے ہوئے اس کا وہی حشر کیا جو عام طور پر تاجداروں کی خصوصیت رہی ہے۔ یعنی اس کا گلا گھونٹ کر مار ڈالا۔ اور اس طرح ایسے نامور عباسی شہزادے کا خاتمہ کر دیا جس کی نظیر ملنی مشکل ہے۔ یہ المناک واقعہ بروز جمعرات ۲ ربیع الآخر ۲۹۶ھ میں وقوع پذیر ہوا۔ اور یہ نامور انسان اپنے گھر کے سامنے ایک ویرانے میں مدفون ہوا۔ دنیائے شعر و ادب میں اس کی حسرت ناک موت ناقابل تلافی نقصان تصور کی گئی۔ اور جلیل القدر شعراء نے اس پر مرثیے لکھے۔

افسوس ہے کہ عبداللہ بن المعتز نے اپنے ساتھیوں کے غلط مشورے سے متاثر ہو کر سیاست کی خارزار وادی میں قدم رکھا اور اس طرح اپنی بیش بہا زندگی کا خاتمہ کر لیا۔ اس کی زندگی سے علم و ادب کی بے شمار توقعات وابستہ تھیں اور اگر اس کی عمر وفا کرتی تو وہ دنیائے ادب میں ایک لاثانی شخصیت کا مالک ہوتا۔

شاعری | ابن المعتز کی شاعری گوناگوں خصوصیات رکھتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ عباسی شہزادہ تھا اور اس کا زمانہ تہذیب و لطافت کے اعتبار سے عباسی دور کے اوج شباب کا زمانہ تھا۔ عجمیوں اور بالخصوص ترکوں کے اختلاط سے عربی تمدن اور علم و ادب پر خوشگوار اثر پڑا تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ شہزادہ موصوف کو فطری ذہانت اور تعلیمی قابلیت کے ساتھ ساتھ لطائف و شائستگی اور لوازم تمدن کے

بہترین ساز و سامان حاصل تھے۔ ان تمام چیزوں نے اس کی شاعری اور قوتِ متخیلہ کو چار چاند لگا دیئے اور اس نے عربی شاعری میں مختلف جدتیں پیدا کیں۔ اس کی خصوصیاتِ شاعری حسب ذیل ہیں۔

(۱) اس کے الفاظ نہایت سادہ اور عبارت نہایت سلیس ہوتی تھی اور مفہوم شعر کی ادائیگی میں دقت پسندی پر عمل پیرا نہ تھا۔ اس کے اشعار جلد سمجھ میں آجاتے تھے اور دیگر ہم عصر شعرائے کے برخلاف حسنِ تخیل کو مشکل الفاظ کے استعمال پر ترجیح دیتا تھا۔

(۲) اس کی طبیعت معنی آفرینی اور جدت کی طرف زیادہ راغب تھی۔ اچھوتے مطالب ادا کرنا اور نئے نئے تخیل پیدا کرنا وہ لوازم شاعری خیال کرتا تھا۔

(۳) اس کی تشبیہات نہایت لطیف اور فطری ہوتی تھیں اور عیش و عشرت کے ساز و سامان اور امارت کی زندگی نے اس کی تشبیہوں اور استعارتوں کو اور زیادہ نازک و لطیف بنا دیا تھا، ایک دفعہ اس نے ایک شعر پڑھا جس میں اس نے کسی چیز کو چاندی کی کشتی سے تشبیہ دی تھی۔ وہ تشبیہ اس قدر برمحل اور مناسب تھی۔ کہ ایک مشہور شاعر اس کو سنکر پھڑک گیا۔ اور کہنے لگا۔ "اگر ابن المعتز شاہی محلات میں پلا ہوا نہ ہوتا تو وہ اس قدر بدیع النظیر تشبیہ کہنے میں، ہرگز کامیاب نہ ہوتا۔

(۴) عبداللہ بن المعتز مناظرِ قدرت کا بے حد دلدادہ تھا۔ عام طور پر وہ بغداد کے قریب ایک نو تعمیر کردہ شہر "سُرَّ مَنْ رَأی" میں قیام پذیر رہا۔ جو قدرت کی رنگینیوں سے مالا مال تھا۔ اور وہاں آزاد ہوا میں مناظرِ قدرت سے لطف اندوز ہوتا تھا اس لئے اس نے اپنے اشعار میں جابجا ایسے مقامات کے فطرتی مناظر کا سماں دلکش انداز میں کھینچا ہے۔

(۵) ابن المعتز نے بحرِ رجز میں کئی طویل نظمیں تحریر کی ہیں۔ جن میں مختلف مضامین پر طبع آزمائی کی گئی ہے۔ اس کی ایسی ایک نظم جسے عربی زبان میں "ارجوزہ" کہا جاتا ہے۔ صبوح (صبح کی شراب) پر ہے اور ایک دوسری مشہور نظم خلیفہ المعتضد باللہ کے جنگوں اور کارناموں کے حالات پر مشتمل ہے۔ اس نظم کے تقریباً چار سو اشعار ہیں اور نہایت سادہ مگر موثر الفاظ میں المعتضد

کی حکومت کے تاریخی حالات نظم کیے گئے ہیں۔ یہ نظم خلیفہ المعتضد کو اس قدر پسند آئی کہ اس نے اپنے عہدِ خلافت کی تاریخ مرتب کرنے کا حکم منسوخ کردیا اور اپنی بہترین یادگار سمجھتے ہوئے یہ قصیدہ اپنی ایک ہونہار پسندیدہ لونڈی کو حفظ کرایا۔ اور یہ لونڈی مختلف محفلوں اور اہم جلسوں میں اس قصیدے کو اپنے مخصوص ترنم اور اندازِ موسیقی سے گاکر سنایا کرتی تھی۔

یہ قصیدہ ادبی اور تاریخی حیثیت سے بہت اہم ہے۔ ابن المعتز کا بیان المعتضد کے عہد کے تاریخی حالات کی زبردست معتبر سند ہے۔ اور اس کی نظم میں تاریخ کے اسلامی عہد کے طالب علم کو اس زمانے کے تمدن و معاشرت سے متعلق کافی مواد ملے گا۔ جو عام اسلامی تاریخوں میں نہیں پایا جاتا۔ اس قصیدے میں بغداد کی تباہی اور زمانۂ تنزل میں گمراہ اور سرکش باغیوں کے اخلاق و عادات نیز مختلف ٹولیوں اور ان کے طریقۂ زندگی کا نقشہ دلکش انداز سے کھینچا گیا ہے کہ اس کی نظیر سے عام اسلامی تاریخ کے صفحات خالی ہیں۔

ادبی حیثیت سے اگر دیکھا جائے تو قصیدے کا حسن دوبالا نظر آتا ہے۔ اس قصیدے میں زورِ کلام، جوش، بے ساختگی اور سادگی امتیازی خصوصیات ہیں۔ محاکات اور واقعہ نگاری کا فرض ادا کرنے میں کوئی کوتاہی نہیں کی گئی ہے۔ خوارج اور باغیوں کے اخلاق و عادات کا نقشہ اس انداز میں کھینچا ہے کہ اصل واقعات کی تصویر سامنے آجاتی ہے۔ رزم اور جنگوں کا حال بیان کرتے ہوئے۔ ابن المعتز اسی جوش و خروش کا اظہار کرتا ہے جو اکثر فارسی کی رزمیہ نظموں کا طرۂ امتیاز ہے اور اس لحاظ سے یہ فردوسی شاہنامہ کے ہم پلہ ہے اور عربی میں سب سے پہلی طویل تاریخی رزمیہ نظم ہے۔

تصانیف | عبداللہ بن المعتز نے متعدد ادبی اور تاریخی کتابیں تصنیف کی تھیں جن کے نام تذکروں میں موجود ہیں۔ لیکن زمانے کی دستبرد سے صرف چند کتابیں باقی بچیں جو مندرجہ ذیل ہیں

(۱) دیوان ابن المعتز جو اس کے بیش قیمت اشعار کا مجموعہ ہے۔

(۲) کتاب الزہر والریاض یعنی "پھول و باغات"

(۳) کتاب البدائع۔

(۴) کتاب مکاتبات الاخوان بالشعر۔ شعروں میں خط وکتابت۔

(۵) کتاب الجوارح والصید۔ شکار اور شکاری پرندوں کے متعلق۔

(۶) کتاب السرقات۔ شاعروں کے سرقۂ شعری کے بارے میں۔

(۷) کتاب اشعار الملوک۔ جس میں بادشاہوں کے اشعار درج ہیں۔

(۸) کتاب طبقات الشعراء۔ شعراء کے حالات ہیں۔

(۹) ایک کتاب راگ اور موسیقی کے متعلق تحریر کی۔

نمونہ کلام اس موقع پر بیجا نہ ہوگا اگر ہم موصوف کے نثر و نظم کا نمونہ قارئین کرام کے تفنن کے لئے پیش کریں۔ اگرچہ ہمیں اس بات کا اقرار ہے کہ جو لطف اصل کلام میں پایا جاتا ہے وہ ترجمہ میں خواہ وہ کتنا ہی عمدہ ہو۔ نہیں پیدا کیا جا سکتا۔

خانقاہ عبدون کا نظارہ مطیرہ کو (جو ایک پر فضا گاؤں سرمن رائے کے قریب ہے) جہاں سایہ دار درختوں کے جھنڈ ہیں۔ اور دیر عبدون کو موسلا دھار بارش سیراب کرے۔ یہاں مجھے بارہا راہبوں کی نمازوں کی آوازیں صبح سویرے ہی جگا دیا کرتی تھیں۔ جبکہ ابھی پرندے اپنے آشیانوں سے اُڑنے نہ پائے تھے۔ یہ راہب خانقاہ میں کالی کرتی پہنے رہتے تھے اور علی الصلاح نعرے مار کر عبادت کیا کرتے تھے۔ یہ پٹکے باندھے ہوئے ہوتے تھے اور ان کے سروں پر "بالوں کا تاج" ہوتا تھا۔

پختہ شراب ارغوانی کے بارے میں ابن المعتز کہتا ہے۔

(۱) اے میرے دوستو! شراب ارغوانی کیا ہی خوشگوار ہوگئی ہے جبکہ میں زہد و پرہیزگاری کے بعد میخواری کی طرف لوٹ آیا ہوں اور یہ واپسی بہت ہی اچھی ہے۔

(۲) شیشے کے لباس میں اس شراب (لال پری) کو لاؤ جو موتیوں (یعنی شیشے) میں یاقوت کی مانند چمکتی ہوئی نظر آتی ہے۔

(۳) (پانی کی ملاوٹ سے اس پر بلبلے ایسے معلوم ہوتے ہیں جیسے) پانی نے چاندی کا دریچہ

تیار کردیا ہے جس کے سفید حلقے کبھی کھلتے ہیں اور کبھی بند ہو جاتے ہیں (بلبلے مودار ہو کر فنا ہو جاتے ہیں)۔

(۴) مجھے اس قسم کی شراب نے (پانی کی آمیزش کی وجہ سے) دوزخ کے عذاب سے بچالیا، اور اس کا یہ احسان ناقابل انکار ہے۔

بغداد کی مذمت اور اس کی ابتر حالت کے متعلق رقمطراز ہے۔

(۱) مجھے نیند کیسے آسکتی ہے جبکہ میں بغداد میں مقیم ہوں اور وہاں سے ٹلنے کا نام نہیں لیتا ہوں

(۲) ایسے شہر میں میری رہائش ہے جس کے کنوؤں پر مچھروں کا غول منڈلاتا رہتا ہے۔

(۳) سردی، گرمی ہر دو موسم میں اس کی فضا کثیف دھوئیں سے بھری رہتی ہے اور اس کا پانی سخت گرم ہوتا ہے۔

(۴) ہائے وہ دارالسلطنت جس میں کبھی نسیم کے جھونکوں سے مشک کی خوشبو آتی ہے۔

(۵) اب ویران ہو گیا ہے۔ زمانہ اس کے ساتھ برسرپیکار ہے اور اب وہاں (لوگوں پر) عرصۂ حیات تنگ ہو گیا ہے۔

(۶) ہم پہلے یہاں رہتے تھے مگر اب چلے گئے ہیں، کونسی چیز ہمیشہ رہنے والی ہے۔

(۷) بغداد میں میری شب غم دراز ہو گئی ہے۔ حالانکہ مسافر کو بدبختی اور کامیابی دونوں حاصل ہوتی ہیں

(۸) میں یہاں بادل ناخواستہ مقیم ہوں اور ایسے نامرد کی مانند ہوں۔ جس سے (اس کی مرضی کے خلاف) ایک بڑھیا بغل گیر ہو (گناہ بے لذت۔ نفرت اور ناپسندیدگی کی انتہا)

ہم نے ابھی ابن المعتز کے "ارجوزہ" (لمبی رزمیہ نظم) کا ذکر کیا تھا۔ اس نظم کے ۴۲۰، اشعار ہیں چونکہ یہ نظم سلاست الفاظ اور واقعہ نگاری کے لحاظ سے اپنا جواب نہیں رکھتی اور اس میں دلچسپ پیرایے میں اس زمانہ کے تمدن و معاشرت پر روشنی ڈالی گئی ہے اس لئے تفنن طبع کے لئے ہم مختلف مقامات سے اس کے اشعار کا ترجمہ قارئین کرام کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ معتضد کی تخت نشینی اور بغداد کی حالتِ زار کا نقشہ کھینچتے ہوئے رقمطراز ہے۔

"وہ اس وقت بادشاہ بنا جب ملک تباہ اور مال غنیمت بن چکا تھا۔ سلطنت کمزور ہو چکی

تھی اور اس کا کوئی رعب نہ تھا۔ یہاں تک کہ اگر کوئی مکھی بھنبھنائے تو سلطنت کانپنے لگتی تھی (کمزوری کا انتہائی مبالغہ) روزانہ ایک ایک بادشاہ قتل کیا جاتا تھا، یا اسے ذلیل ورسوا اور خوفزدہ کر دیا جاتا تھا لشکر کے سرداروں اور امیروں پر عرصۂ حیات تنگ تھا۔ ہر روز نئے نئے ہنگامے اور لوٹ کھسوٹ کا بازار گرم رہتا تھا۔ لڑائیاں ہوتیں اور بندگانِ خدا کی جانیں موت کے گھاٹ اتاری جاتیں۔

وہ نوجوان جنھیں بادشاہ کے منشی اور ہم نشین ہونے کا شرف حاصل تھا چلتے چلتے سواری کی حالت میں لوٹ لئے جاتے تھے انھیں کوڑوں سے پیٹا جاتا تھا اور ان کی سواری کو ہلاک کر دیا جاتا تھا۔ ہر دن کرخ اور دور میں فوجیں خونیں موتیں بن کر آتی تھیں اور وہ اپنا روزینہ اس طریقے سے مانگتے تھے جیسا کہ یہ ان کا قرض اور جائز مطالبہ ہے، ان کی یہی حالت رہی یہاں تک کہ انھوں نے خلافت کو مفلس وکنگال اور رعب وخوف سے متاثر ہونے کا عادی بنا دیا۔

اب بھی یہ ان کے ویران ٹیلے پڑے ہوئے ہیں جہاں تم ان شیطانوں کو دن کے وقت دیکھا کرتے تھے۔ تل جوسق اور قطائع کے ویران گھروں میں ان کے اڈے تھے اور ایک زمانہ وہ تھا جب یہ آباد اور مرجع خاص و عام تھے۔ ان کے امیر سے خوف کیا جاتا تھا جس کے دروازوں پر گھوڑے ہنہناتے تھے اور ان کے دربانوں کے پاس بھیڑ لگی رہتی تھی جب دن چڑھتا تھا تو ساز و موسیقی کی آوازیں بلند ہوتی تھیں۔ اس وقت ساقی جامِ شراب گردش میں لاتے تھے اور بڑے بڑے گناہوں اور جرائم کا ارتکاب کیا جاتا تھا۔

اب ان کا دور ختم ہو گیا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان کا وجود ہی نہ تھا۔ بیشک زمانہ ہر وقت بدلتا رہتا ہے۔ جب ان کی قضا آئی تو آسمان نے بھی ان پر آنسو نہیں بہائے۔

نثر ابن المعتز نہ صرف شاعر تھا بلکہ ایک زبردست ادیب اور انشا پرداز بھی تھا۔ اس کی نثر اس زمانے کے طرز کے مطابق مقفّی اور مسجّع ہوتی تھی۔ لیکن الفاظ کا گورکھ دھندا نہ ہوتی تھی اور سلاستِ الفاظ کی خصوصیات نثر میں بھی نمایاں تھی۔ ذیل میں اس کی نثر کا نمونہ بھی پیش کیا جاتا ہے تاکہ ابن المعتز کے ادبی کمالات کا پورا اندازہ لگایا جاسکے۔ یہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ ابن المعتز بغداد کے قریب

ایک پرفضا مقام سرمن رائی" (جس کے لفظی معنی ہیں" دیکھنے والے کے لئے دل خوش کن) میں مقیم تھا۔ شاعر اور مناظرِ قدرت کا دلدادہ ہونے کی حیثیت سے وہ بغداد جیسے بڑے شہروں کی ہنگامہ خیز اور گندی فضا سے متنفر تھا۔ اس لئے اس نے اپنے ایک دوست کے نام خط لکھا جس میں بغداد کی مذمت اور اپنے شہر کی تعریف کی ہے۔ اپنے شہر کی آبادی کی کمی کا شکوہ کرتے ہوئے شاعر موصوف رقمطراز ہے۔

"اگرچہ اس کی آبادی کم ہوگئی ہے لیکن رہائش کے لئے یہ پسندیدہ مقام ہے۔ اس کا ستارہ میلاً ہے اور اس کی ہوا اور مٹی معطر اور خوشبودار ہے۔ اس کے شب و روز نورِ سحر کا جلوہ پیش کرتے ہیں اور یہاں کی غذا اور پانی بھی لطف انگیز اور خوشگوار ہے۔

یہ شہر تمہارے شہر کی طرح نہیں ہے جس کی فضا ہمیشہ گندی، آب و ہوا خراب اور مطلع غبار آلود رہتا ہے۔ تمہارے شہر کی دیواریں بوسیدہ اور موسم اس قدر گرم ہوتا ہے کہ بہت سے آدمی اس کی دھوپ سے جل جاتے ہیں۔ تمہارے گھر تنگ ہیں۔ ہمسائے بداخلاق اور باشندے بھیڑیوں کی مانند ہیں۔ ان کی گفتگو گالیوں سے بھری ہوتی ہے اور فقیر و درویش ان کے دروازے سے ہمیشہ محروم جاتے ہیں وہ مال چھپا کر رکھتے ہیں اور اس کا خرچ کرنا جائز نہیں سمجھتے ان کے راستے گندی نالیوں کی طرح بدبودار ہیں۔ دیواریں ٹوٹی پھوٹی اور گھر جھونپڑیوں کے مانند ہیں۔

شاعر موصوف نے جو نقشہ اپنے زمانے میں بغداد کا کھینچا ہے، بعینہٖ یہی حالت آج کل ہمارے شہروں کی ہے اور یہ دعویٰ غلط ہو جاتا ہے کہ پچھلے زمانے کے لوگوں نے شہری تمدن و معاشرت کے متعلق کچھ نہیں لکھا یا یہ کہ پرانی کتابوں میں تصویر کا روشن پہلو ہی دکھایا جاتا ہے۔

الغرض عبداللہ بن المعتز عباسی شاہی خاندان کی آخری نشانی تھا جس پر علم و فن کا خاتمہ ہوگیا۔ افسوس ہے کہ سیاسی کشمکش نے اس کی زندگی کا جلد خاتمہ کر دیا۔ ورنہ یہ باکمال ہستی اپنے جوہر کی بہترین طریقے سے نمائش کرتی۔ ع

حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا